edited

7.

2

اِنتساب

خود غرضی کے اِس دَور میں

اپنے نام

احباب و اقربا سے معذرت کے ساتھ

قاضی غلام محمد

فہرس

Foreword

Many humorous poems in this collection are based on some well known ghazals and nazms of Ghalib, Iqbal, Akhtar Shirani and Nazir Akberabadi. But they are not mere parodies; they are original creations. Qazi's aim is not to seek the ridiculous through verbal distortions of the great masters reducing their serious import to banality. His parodying efforts have a variety of motives. In the main, he creates the comic effect by revealing the contradictions between the romantic notions of the older poets and the realities of mordern social existence. The old ghazal writer has a peculiar way of imagining that he is being racked by unfulfilled love for a beloved who, though an idealized perfection of beauty, is a femme fatale, illusive and cruel, nay, even a fiendish sadist. This type of beloved, the tormenter is limned thus by Ghalib.

خوں ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

Qazi has only to change the second line in the couplet to blow up the romantic illusion. His rendering is

خوں ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی
کس کا یہ جا کے دبائیں گے گلا میرے بعد

Comedy indeed adds to our knowledge of man in relationship to society by exposing the contradiction between illusion and reality.

With Akbar Allahabadi, Qazi believes that in real life beloveds are not always the paragous of beauty nor are they assasins by profession. In real life the relationship between man and woman implies the drab business of matrimony, and crowds of children, back-breaking toil and penury; it involves having to deal with mothers-in-law.

The total concept of romantic love, with its prescribed code of compulsory insomnia, enforced loss of appetite, anaemia dilatation of the heart and such other pathological impositions, is subjected to laughter by Qazi.

The parodies satirize not only the old tradition of love-making, but also the literary traditions of the old poets, their themes and their treatment of the themes, their excessive preoccupation with eroticism. Perhaps the young poet is not fully conscious of his approoch as he himself is capable of pining for the lost dream of love, (Part II).

Among themes satirically treated by Qazi are those based on realities of urban middle-class life, rising prices, unemyloyment, adultration of food stuffs, housing problem, the poverty, Spiritual as well as Physical, of life in the present social structure. But his satire is not fierce. His method is ironic

Through irony he indirectly exposes the high pretensions of those who, like over-fed political leaders, are responsible for such a state of affairs. Irony brings to light the dichotomy between essence and pretence, between pompously proclaimed purposes aud meanness of real motives. Its target is hypocrisy. A fine example of ironic exposure of hypocrisy is the poem مہمان عزیز where we learn of the real feelings of the host which underly the supposed ethic of hospitability towards the guest. The irony in this poem is double-edged; it is also directed against the unwanted guest who takes more than full advautage of the fact that he is the guest, Another example, finer still, is تعزیت . Here the irony is almost sardonic, revealing the unfeeling hearts of conventional mourners.

These poems indicate a growing maturity in the ironic method of Qazi broadening of his canvas and a greater awareness of life. From trivial themes of some early poems, such as the fly-ridden dining hall of the hostel where filthy bearers serve dirty food, he has discovered the quintessence of the comic spirit which sheds the light of laughther on convention and hypocrisies and vanities of life. These two poems along with a few others also indicate that Qazi need not borrow frame-works for his poems from other poets.

Irony and humour are an approach to life which is incorporated with the help of concrete methods and techniques. The Urdu couplet, with its inherently epigrammatical character, its capacity for expressing a witty turn of thought, its pithiness and balance is eminently suited for the purpose of irony. A typical example of terseness and balance is

اب وہ شب فراق کی نیندیں کہاں نصیب
اے دل شب وصال میں سونا محال ہے

How much is conveyed in so few words - the rapiersharp irony thrust into the stuffed ideology of romantic love through the expressions شب فراق کی نیند یں and شب وصال میں سونا . In the Urdu couplet the balance consists in the equal weight of the two lines and the pause in between the two. But there is another feature, as in these two expressions, of balance, and that is anti-thesis the balance of two concepts, which though opposite, yet communicate one synthesized concept. In reality it is only when the beloved is away that one can sleep while when the beloved is with the love-starved lover sleep is out of the question. Thus by the conjunction of opposites in the couplet the unrealistic conventionalities of romantic - love have been set to nought and a new outlook made to emerge. The techniques of balaace and antethesis are essential for the humorist and Qazi resorts to them often and effectively.

One type of anti-thesis is syntactical anti-climax. Many verses could be quoted where Qazi has used it for incisive wit, but the best, perhaps, is

درس عبرت لے کلیم اللہ سے
دوست کو گاگل لگا کے دیکھ لے

Two situations of disparate magnitutde have been equated here That is the essence of the syntactical anti-climax.

Another technique frequently employed by Qazi is the over-statement, The effect produced by the overstatement which is a more refined and sharp weapon of irony, But Qazi does not employ it in his poems nor in other spheres of life.

Apurab Somnath

تعارف

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ

جب سے میں کشمیر میں قیام پذیر ہوں، برابر یہ محسوس ہوتا رہا ہے کہ اس سرزمین کے رہنے بسنے والوں کو علم و فضل، شعر و سخن اور فنونِ لطیفہ سے ایک طرح کا فطری لگاؤ ہے۔ چونکہ یہ خطۂ جنت نظیر بڑی بڑی پہاڑیوں اور دشوار گزار راستوں سے محصور رہا ہے اس لیے یہاں کے شاعر، ادیب اور فن کار بیرونی دنیا سے بالکل علحدہ رہے ہیں۔ اُن کے فطری جوہر یہاں کے لاتعداد پھولوں اور رنگ و نکہت کی بہاروں کی طرح یہیں اپنی چمک دمک دکھا کر رہ جاتے ہیں اور باہر کی دُنیا اُن سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتی۔

یہاں کے کتب خانے، یہاں کے شاعروں کے شہ کار اور صاحب کمالوں کی تخلیقات ہر دَور کے دیدہ وروں اور صاحبانِ ذوق کی تشفی کرتی رہی ہیں۔ اہلِ کشمیر قدرت کی تمام نعمتوں سے دل کھول کر استفادہ کرتے ہیں اور بہار و خزاں کی رنگا رنگی میں یکساں لطف لیتے ہیں اُن کو اس کی پروا نہیں ہے کہ دوسرے اُن کی قدر کریں یا اُن کی خوبیوں سے لطف اندوز ہوں۔ وہ خود لطف حاصل کرنا جانتے ہیں اور اپنے آپ مگن رہتے ہیں۔ ایسے ہی مستِ الست لوگوں میں جامعۂ کشمیر کے شعبۂ ریاضیات

کے پروفیسر قاضی غلام محمّد صاحب بھی پیش پیش نظر آئے۔ جب میں نے اُن کا کلام سُنا اور پڑھا تو محسوس ہوا کہ ایک خشک مضمون کے اُستاد میں ایک اعلیٰ پایہ کا باشعور اور زندہ دل شاعر چھپا ہوا ہے۔ ایک ایسا شاعر جس کو نہ اپنے کلام کی خوبیوں پر ناز و افتخار ہے اور جو نہ اپنے ہم چشموں کی تحسین و آفریں کا محتاج و منتظر ہے۔ وہ شعر لکھتا ہے اور خود ہی اُس سے محظوظ ہو کر مگن رہتا ہے۔ نہ ستائش کی تمنّا نہ صلے کی پروا۔

قاضی صاحب سے جب ذرا قریب ہونے کا موقع ملا تو یہ بھی پتہ چلا کہ وہ اُردو داب کے جدید تقاضوں اور اُردو کی مزاحیہ نظم و نثر کی کائنات سے بخوبی واقف ہیں۔ ہندوستان و پاکستان کے فکاہیہ ادب اور ادیبوں سے اُن کی خاصی جان پہچان ہے۔ وہ علی گڑھ میں بھی یم، اے کی تعلیم کے سلسلے میں قیام کر چکے ہیں اور ہندوستان میں اپنا ایک حلقۂ احباب رکھتے ہیں۔ مگر اُن کی بے نفس گفتگو اور معصوم بلکہ مظلوم مُسکراہٹوں کے باعث پہلی نظر میں اِن سب باتوں کا اندازہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے وطن اننت ناگ اور شہر سری نگر کے سوا کچھ بھی نہیں جانتے۔

اننت ناگ کو اسلام آباد بھی کہتے ہیں اور یہ سری نگر سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ قاضی صاحب کو اس سے اتنی محبّت ہے کہ روز سَو میل کا سفر کرتے ہیں مگر سری نگر میں قیام پسند نہیں۔ والدین کے اتنے اطاعت گزار رہے ہیں اور ضعیف و بیمار والدہ کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ شاید ہی عہدِ حاضر کا کوئی شاعر اس معاملے میں اُن کی ہمسری کر سکے۔ اِسی کے ساتھ

دوستوں کی فرمائش دل سے قبول کرتے ہیں اور اس کی پابجائی کے لیے جان کی بازی لگا دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ جس غیر شاعرانہ ماحول میں شاعری کرتے ہیں اُس کے بارے میں ایک آدھ بار جب میں نے اُن سے دریافت کیا تو اُن کی گفتگو سے اندازہ ہُوا کہ زندگی کی تلخیوں اور خانگی پریشانیوں سے فرار کی خاطر اُن کا ذہن مزاحیہ شاعری کی طرف راغب رہتا ہے۔ وہ بظاہر نہایت سنجیدہ اور غم زدہ انسان نظر آتے ہیں مگر اپنے ماحول اور پیشے کی خشکی کو دُور کرنے کی خاطر تر و تازہ اشعار سے اپنا دل بہلاتے ہیں۔

گزشتہ سال جب میں نے ادارۂ ادبیاتِ اُردو حیدرآباد میں مطبوعاتِ کشمیر کا ایک شعبہ قائم کرایا تو خیال ہُوا کہ قاضی صاحب کا مزاحیہ کلام بھی اس سلسلے میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ گزشتہ دسمبر میں اُن سے خواہش کی تھی کہ اپنا مجموعہ مرتب کر دیں، مگر قاضی صاحب برابر ٹالتے رہے۔ جب اس سلسلے کی دو کتابیں (نیل کنول مسکائے اور مہینوں کی کہانیاں) چھپ گئیں اور میں نے اُن کو پھر توجہ دلائی تو رفتہ رفتہ متوجہ ہوئے اور بمشکل تمام مئی کے آخر میں اپنا مسودہ مرتب کر دیا، جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

"ان کے کلام کی خصوصیات کے بارے میں ڈاکٹر الیور سومناتھ پروفیسر انگریزی جامعہ کشمیر نے اپنے خاص انداز میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی آپ کے پیشِ نظر ہے۔ میں اس میں صرف اتنا اضافہ کر سکتا ہوں کہ قاضی صاحب کے کلام میں زندگی

اور زندہ دلی کے جن عناصر کی فراوانی ہے اُن سے کسی قوم کے مزاج اور ماحول کے سمجھنے میں بڑی مدد مِل سکتی ہے۔ نیا کشمیر جن ولولوں اور اُمنگوں کی آماجگاہ ہے اُن سے اس کلام کے مطالعے کے بعد نہ صرف آگاہی ہوتی ہے بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی جاندار اور پُرلطف شاعری کس قسم کے ماحول میں نمودار ہو سکتی ہے۔

قاضی صاحب کا سنجیدہ کلام بھی جو اس مجموعہ کے آخر میں شامل ہے، قدیم اور جدید اسالیب سخن کے ایک ایسے امتزاج سے معمور ہے جو ایک فطری اور بے لوث شاعر ہی کے موئے قلم کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ وہ شاعری کے ساتھ ساتھ نقاشی بھی کرتے ہیں اور اپنے تصوّر سے اپنے ماحول کے ایسے رنگا رنگ نقشے صفحۂ کاغذ پر بکھیر دیتے ہیں جو کشمیر کے دوسرے فنکاروں کی صنعت گری اور نقش و نگار سے زیادہ دیرپا اور دُور رس اثرات کے حامل ہیں۔

سیّد محی الدین قادری زور

۹۔ تلسی باغ، سری نگر

حرفِ شیریں

پیش

مہمانِ عزیز

میں اپنی بیوی سے گرم کلام تھا یارو — شبِ بہار تھی آیا جو ناگہاں مہمان
خلوص و شوقِ ارادت کی انتہا ہے یہ — کہ میزباں ہے نہاں گھر میں ہے عیاں مہماں
بھرا تھا شہر مگر تو مجھی پہ ٹوٹ پڑا — الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسماں مہماں
میں جتنی دیر میں پلٹا رسوئی خانے سے — نگل چکا تھا پلیٹوں کو نوجواں مہماں
غبارہ بن کے نہ اُڑ جائے اب ترا بچّہ — کہ کھا چکا ہے یہ دو سو چپاتیاں مہماں
یہ تیری بیوی جو بیٹھی ہے ایک پیٹ لئے — میں اس کو سمجھے ہوئے ہوں بلائے جاں مہماں
یہ ایک پاٹ ہے چکّی کا دوسرا تو ہے — میں میزبان ہوں دونوں کے درمیاں مہماں
لُڑھک چکا ہوں میں سو بار سیڑھیوں سے آج — یہ میرا چشمہ لگا کر گیا کہاں مہماں
کرشمہ ساز ترا مُنہ کہ جس نے دم بھر میں — بنا دیا مرے گھر کو اگالداں مہماں
میں تجھ سے رحم کی درخواست کر رہا ہوں اب — اُٹھا کے ہاتھ میں کہتا ہوں الاماں مہماں

یہ دیکھنا ہے کہ شب خوں سے ابتدا کر کے
ابھی دکھائے گا کیا کیا مجھے سماں مہماں

انٹرویو بورڈ کے سوالات

فلسفہ کیا ہے ہم کو سمجھاؤ
سائیکل ٹیوب کا محیط بتاؤ

عُمر کیا ہے دلائی لاما کی
کتنی چوڑی تھی چھاتی گاما کی

کیا تھا شیکسپیئر کی ساس کا نام
کس محلّے میں کرتی تھی وہ قیام

اُلّو راتوں کو کیوں نہیں سوتے
سینگ گدھوں کے کیوں نہیں ہوتے

بھینس کب اپنی دُم ہلاتی ہے
روز یہ کتنی گھاس کھاتی ہے

کتنی پائی تھی میر نے تعلیم
کولرج کو پسند کیوں تھی افیم

پارے کو کیوں ہے اضطراب بتاؤ
کس کی ایجاد ہے کباب بتاؤ

اچھے کیوں ہیں کبیر کے دوہے
ساری دُنیا میں کتنے ہیں چوہے

یہ اہنسا کا مسئلہ کیا ہے
قُطب مینار کتنا اونچا ہے

کون یہ فیلسوف نیوٹن تھا
مڈل میں اس کا کیا ڈویژن تھا

کتنے افسانے موپاساں نے لکھے   گول گل کتنے دھیان چند نے کیے
ہم نے کیا آج جی میں ٹھانی ہے   فاسٹ بولر کی کیا نشانی ہے
کون یہ سیلوے ڈور ڈالی[1] ہے   کتنی گہری گلی کی نالی ہے

پرچہ کس نے وہاں گرایا ہے
ہم نے مٹھی میں کیا چھپایا ہے

---

۱ نامور سرریلسٹ فنکار

بلّی

ترا جسم اک ہجومِ[1] ریشم و کمخواب ہے بلّی
یہ تیری چال محبوبوں میں بھی کمیاب ہے بلّی
ترے پنجوں کے گُن جب مجھ سے شاعر لوگ گاتے ہیں
گلابی ناخنِ تدبیر اُن کو یاد آتے ہیں
اُچھل کر تیرے مُنہ میں خود ہی جو چوہا چلا آیا
وہ قیدِ زندگی اور بندِ غم دونوں ہی سے چھوٹا
کبھی چوہوں کے رُومانوں میں شامل ہوگئی تن کر
صفائی سے تو ہیروئن کو لے بھاگی وِلن بن کر

---

[1] اختر شیرانی نے کہا ہے۔ ترا جسم اک ہجومِ ریشم و کمخواب ہے سلمیٰ

عجب کیا ہے اگر چوہوں کی ہیبٹ اکثر اُچھلتی ہے[1]
تری رفتار میں آواز کا کچھ شائبہ بھی ہے
خُدا ترسی کہاں اب میری اس دُنیا میں باقی ہے
ترے مُنہ سے مگر وہ رال بن بن کر ٹپکتی ہے
بُڑھاپے میں بزراہِ مصلحت حج کو چلی جانا
تو پھر چوہے قدم بوسی کو خود آئیں گے روزانا
تری آنکھوں میں یہ جو آسمانی روشنی سی ہے
پرندوں کی صفوں کو درسِ تاریکی یہ دیتی ہے
تری طینت کی پاکی زہد کا ایمان ہو جائے
تری سنجیدگی پر فلسفی قربان ہو جائے
اگر بلی نہ ہو چوہوں کا ایسا پرابلم ہوگا
حسینانِ جہاں کا ناک میں ہر وقت دم ہوگا[2]

---

[1] کارٹون کی اصطلاح میں اُچھلتی ہیبٹ حیرانی یا سراسیمگی ظاہر کرتی ہے۔

[2] عورتیں چوہوں سے ڈرتی ہیں، ملاحظہ ہو فرائڈ۔

جوانوں میں محبت نیم جاں معلوم ہوتی ہے
بڑے بوڑھوں میں لیکن نوجواں معلوم ہوتی ہے

ٹھکانے کا کوئی فقرہ یہ شرماتی نہیں ورنہ
تری ماں تو بڑی معقول ماں معلوم ہوتی ہے

دیا ہے حق نے میری ساس کو کیا پھول سا چہرہ
بروزِ عید بھی یہ نوحہ خواں معلوم ہوتی ہے

مرے محبوب تیرے حسن کا یہ اک کرشمہ ہے
ہماری مفلسی اب جاوداں معلوم ہوتی ہے

الف نے بے کے غم میں زہر کھا کر خودکشی کر لی
بڑی پوچ اور پرانی داستاں معلوم ہوتی ہے

کنارہ میری کشتی کے مقدر میں نہیں شاید
نحوست ناخدا کی بے کراں معلوم ہوتی ہے

جنابِ شیخ اس سے روز ہی بے نقط سنتے ہیں
یہ شیخانی کوئی اہلِ زباں معلوم ہوتی ہے

قطب مینار سے گر کر مرا تو ڈاکٹر بولے
کہ اس کی موت ہم کو ناگہاں معلوم ہوتی ہے

بلا سے یہ گھسیٹی جا رہی ہیں راہِ الفت میں
تری زلفوں کی لمبائی کہاں معلوم ہوتی ہے

بچارے ریل کے انجن نے بھی کانوں میں انگلی دی
غمِ جاناں کے ماروں کی فغاں معلوم ہوتی ہے

بیاں کیا ہو نزاکت وہ تو وہ نازک بدن نکلا
گراں حس کی سماعت کو اذاں معلوم ہوتی ہے

بایں طوفانِ رنگ اور وہی شورِ سگاں قاضی
مجھے اس کی گلی باغِ جناں معلوم ہوتی ہے

ماں بھی بیٹی کے ساتھ آئی ہے
جذبۂ دل نے مُنہ کی کھائی ہے

نیند کیا آئے گی شبِ غم میں
تین ٹانگوں کی چارپائی ہے

تیری جُوتی سے کیا ڈروں اے دوست
جانتا ہوں کہ ماورائی ہے

شک سا ہوتا ہے مجھ کو ناصح پر
مُفت میں ٹانگ کیوں اَڑائی ہے

اُن کے والد کی موت پر ہم نے
چائے احباب کو پلائی ہے

دے کے مٹی کِدھر کھسکتے ہو
دوستو یہ تو بے وفائی ہے

اب بھی مشکوک ہے نظر میری؟
میں نے داڑھی بہت بڑھائی ہے

کُشتۂ غم کی اب یہ حالت ہے
"پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے"

رُوح شنر سا ہے ساس کی صورت
اے تصور تری دُہائی ہے

شیخ جی اِن سے بچ کے رہیئے گا
ہر ترقّی پسند نائی ہے

آج پاشا[1] کو ہم نے اے قاضی
کیسی اچھی غزل سُنائی ہے

---

[1] احمد جمال پاشا ایڈیٹر اودھ پنچ

(غالبؔ سے معذرت کے ساتھ)

کوئی سُنتا ہی نہیں اِن کی صدا میرے بعد
ہائے کیا وقت اندھیروں پہ پڑا میرے بعد

وقت سے پہلے ہی اب اِس کی سحر ہوتی ہے
ہوئی منسوخ شبِ غم کی سزا میرے بعد

غیر کو اُس نے شبِ وصل میں ڈانٹا دو بار
مِل گیا مجھ کو وفاؤں کا صِلا میرے بعد

کوئی جاتا نہیں بچّوں کی قطاریں لے کر
ہسپتالوں میں وہ چرچا نہ رہا میرے بعد

ویٹ لفٹر کوئی مجھ سا نہ ہُوا جو پیدا
کون اُٹھائے گا ترے ناز بتا میرے بعد

"خُوں ہے دِل خاک میں احوالِ بُتاں پر یعنی"
کس کا یہ جا کے دبائیں گے گلا میرے بعد

اپنی محرومیٔ قسمت پہ ہنسی آتی ہے
دُودھ بازار میں خالص بھی بِکا میرے بعد

میرے ماتم میں نہیں، اپنی رقم کے غم میں
شہر کا بنیا سِیہ پوش ہُوا میرے بعد

اِن کی تفریح کا سامانِ طرب تھا میں ہی
ڈاکٹر لوگ ہیں جینے سے خفا میرے بعد

رسمِ اِفلاس کی تہذیب تھی مُجھ سے قائم
اُٹھ گئی دہر سے جینے کی ادا میرے بعد

(Weight lifter :-)

درونِ میکدہ کس درجہ حسرت ریز ہے ساقی — جو گرد آلود کرسی ہے تو ٹوٹی میز ہے ساقی

نہ کیوں حورِ جناں کے ذکر سے محظوظ ہو واعظ — یہ اس کے توسنِ دل کے لیے مہمیز ہے ساقی

مرے اوقات گر یہ ٹائم ٹیبل پر مقرر ہیں — یہ بندہ عشق کے بارے میں بھی انگریز ہے ساقی

جلا کر رکھ دیا ہے اس نے شہرِ آرزو میرا — ترا دربان اصلی وارثِ چنگیز ہے ساقی

ذرا اس اونگھتے میکش کی اک بھرپور چٹکی لے — گلابی ناخنِ تدبیر تیرا تیز ہے ساقی

وہ میرے دونئے پیسے ہی اپنے پرس میں رکھ لے — کہ اس کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہے ساقی

رقیبِ روسیہ سر پھوڑ لے گا کوہکن بن کر — ترا شوہر خدا کے فضل سے پرویز ہے ساقی

مرا حصہ مجھے چھپ کر ہی مل جائے تو بہتر ہے
گدائے میکدہ غیروں سے کم آمیز ہے ساقی

ڈر یہ نہیں کہ ہجر میں جینا محال ہے
ڈر ہے کہ خاکسار کثیر العیال ہے

چھ سات سیر کھا کے بھی کہتا ہے مولوی
"عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"

اب وہ شبِ فراق کی نیندیں کہاں نصیب
اے دل شبِ وصال میں سونا محال ہے

کتوں کا اک ہجوم جلو میں ہے رات دن
پتلا دیارِ حسن میں عاشق کا حال ہے

دفنا کے جا رہا ہے مجھے وہ ستم ظریف
آنکھوں میں جھوٹے خواب ہے بغل میں کدال ہے

سمجھا کے مجھ کو "عشق خلل ہے دماغ کا"
ناصح نے ان سے شادی کی میرا خیال ہے

کہہ دو یہ اپنی ماں سے کرے فن کا احترام
کھانسی یہ کیا ہے جس میں کہ سُر ہے نہ تال ہے

یہ عہدِ برشگال، کرایہ کا یہ مکاں
یعنی ہر ایک کمرے میں چھوٹا سا تال ہے

کھیلا کئے یہ تاش، میں رویا کیا لہو
چارہ گروں کے فیض سے جینا محال ہے

دربان سے ایک بیڑی یہ کہہ کر وصول کی
اس معرضِ مثال میں تو بے مثال ہے

مفلسوں کا قومی ترانہ

یہی مری خواب گاہِ عشرت، یہی ہے میرا نِگار خانہ
دُھوئیں کی رنگین بدلیوں میں پکارہی ہے جہاں وہ کھانا
یہیں اندھیروں سے مل کے ہم چاندنی کے چھلکے چھُڑا رہے ہیں
یہیں ہمارا اصانہ مُعتبر ہُوا ہے اِدبارِ جاودانہ
یہیں اُسے گیلی لکڑیوں نے خوشی کے آنسو بہاتے دیکھا
یہیں اُسے راکھ کی تہوں نے بنا دیا غیر شاعرانہ
یہیں مری سخت جان غیرت یہ بارہا سُن چکی ہے اب تک
"اُبے تری مُفلسی کے چرچے سُنے تھے میں نے تو غائبانہ"
یہیں وہ جانِ وفا مری آرزو کی رنگینیوں کی خاطر
چھڑک کے بالوں میں عطرِ اندیشہ کرتی رہتی ہے ان میں شانہ

اگر نحوست کی جان ہے وہ تو بندہ ایمانِ مُفلسی ہے

اِسی لیئے ایک دوسرے سے ہمیں محبت ہے والہانہ

الٰہی تیری عنایتوں کا یہ ایک ادنیٰ سا ہے کرشمہ

ہمارے اِفلاسِ بے کراں کا جو آج ہے مُعترف زمانہ

وہ اُس کا جاڑے کی سرد راتوں میں مجھ سے ابندھن کی بات کرنا

کہ جیسے یہ چیز نادرانی ہو یا الف لیلوی فسانہ

طویل فاقوں کے بعد دونوں کا ہیچ پی کر وہ جھوم اُٹھنا

وہ اُس کی شرمیلی سی نگاہیں، وہ میرے جذباتِ عاشقانہ

خوشی میں ساری خدائی میں ہاف ڈے منایا گیا تھا اُس دن

وجود میں آگیا تھا جس دن ہماری اُلفت کا شاخسانہ

پیر و مرید

(ڈاکٹر رومی اور مولانا اقبال کی ارواحِ جلیلہ سے معذرت کے ساتھ)

مریدِ ہندی:۔ "چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں"
علم والے کیوں ہیں یوں زار و زبوں

پیرِ رومی:۔ علم یکسر طالبِ فقر است و بس
قوتِ عالم زاں سبب از خار و خس

مریدِ ہندی:۔ اے کہ تو قطرے میں ہے دریاشناس
علم والوں کا ہو آخر کیا لباس

پیرِ رومی:۔ ننگے پاؤں، ننگے سر، ننگے بدن
نیست ملبوسِ دِگر در فکرِ من

مریدِ ہندی:۔ اے تری ہر بات ہے لعل و گہر
کیا ہے آخر غایتِ علم و ہنر

پیرِ رومی:- با تو گویم غایتِ علم و ہنر
ضعفِ اعضا، ضعفِ دل، ضعفِ بصر

مُریدِ ہندی:- اے تری ہر بات میری کارساز
کیا ہے آخر دولتِ دُنیا کا راز

پیرِ رومی:- نُکتہ کاں لایقِ اظہار نیست
سیم و زر را علم و فن درکار نیست

مُریدِ ہندی:- بات کیا ہے صاحبِ فکرِ جمیل
لیڈروں کی عُمر ہوتی ہے طویل

پیرِ رومی:- قاطعِ عمر است تیغِ رنج و غم
لیڈر اِس کی زد سے باہر یک قلم

مُریدِ ہندی:- پوچھتا ہُوں اے یمِ فہم و ذکا
لیڈروں کی کیسی ہوتی ہے غذا

پیرِ رومی:- مُرغ و ماہی قند و شربت دَورِ جام
بیضہ ہائے ماکیاں ہر صُبح و شام

مُریدِ ہندی:- ٹوٹنے والا ہے اب دِل کا زُجاج
کچھ غرورِ حُسن کا بھی ہے علاج

پیرِ رُومی:۔ دیکھ لے گا تُو بھی اے نخچیرِ غم
کثرتِ اولاد سے ہوگا یہ کم

مُریدِ ہندی:۔ خُوفگن ہے دوست کا حُسن و جمال
کس طرح دیکھوں اُسے روزِ وصال

پیرِ رُومی:۔ درسِ عبرت لے کلیم اللہ سے
دوست کو گاگل لگا کے دیکھ لے

مُریدِ ہندی:۔ عُقدہ و مُشکل کُشا ہے تیری عقل
اِمتحاں میں کیسے کی جاتی ہے نقل

پیرِ رُومی:۔ اِمتحاں میں پاس ہونا ہے اگر
ڈیسک پر پستول رکھ کے نقل کر

مُریدِ ہندی:۔ واقعی ہے فہم میرا نارسا
میں نہ سمجھا چور بازاری ہے کیا

پیرِ رُومی:۔ سچ کہوں شاید تجھے آئے یقیں
چور بازاری میں خود سمجھا نہیں

مُریدِ ہندی:۔ "اے شریکِ مستیٔ خاصانِ بدر"
"میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر"

پیرِ رُومی:۔ ایسی باتیں پوچھی جاتی ہیں کہیں
جب کہ الجبرا تجھے آتا نہیں

مُریدِ ہندی:۔ جھوٹ پر مائل ہیں شیخ و شاب کیوں
سچ پہ ہیں یوں طعنہ زن احباب کیوں

پیرِ رُومی:۔ جُھوٹ ہے محبوبۂ سیمیں بدن
اور سچ مفلوج ہے اک پیرزن

غریبوں پر نزولِ ہر بلائے ناگہاں کیوں ہو

یہ وَن وے مستقل ٹریفک بھلا اے آسماں کیوں ہو

اگر آنا ہوا تو ایک فلمی گیت گائے گا

مری میّت پہ وہ حسبِ روایت نوحہ خواں کیوں ہو

یہ کیا انداز ہے یارب سمجھنا جس کو مشکل ہے

ظریفانہ ستم مرغوبِ خوئے دوستاں کیوں ہو

اُٹھا کے سر سے اُونچا پہلے وہ مجھ کو پٹختے ہیں

بہت ہی پیار سے پھر پوچھتے ہیں نیم جاں کیوں ہو

محبّت کو تو تم نے کوئی ٹگ آف وار سمجھا ہے

"نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو"

اُسے جب نقل کرنے کی اجازت مل گئی تم سے
عدو کو ٹاپ کرنا ہے تو میرا امتحاں کیوں ہو

بچارا شیخ جہاں سے دُم دبا کر کب کا بھاگا ہے
تعاقب میں ابھی تک اِس کے پھر سارا جہاں کیوں ہو

دمِ گفتار جو بیوی سے اکثر مات کھاتا ہے
سرِ منبر وہی واعظ بڑا معجز بیاں کیوں ہو

غرورِ حُسن کی پستی ہے اس کا راز اے قاضی
جسے بچوں سے نفرت ہو وہ دس بچوں کی ماں کیوں ہو

تعزیت

منہ میں سگرٹ لئے باجاہ و حشم آئے ہیں
تعزیت کے لیئے اربابِ کرم آئے ہیں

موت کے ذکر پہ جو بیٹھے ہیں اب سر دھن کر
ابھی آئے ہیں یہ شمشاد کے گانے سُن کر

دل میں یہ خوف کہیں اُوٹ نہ ہو جائے حنیف
لب پہ مرحوم کے اوصاف کی بھونڈی تعریف

یہ جو اک کونے میں بادیدۂ تر ہے بیٹھا
زیرِ لب اس کے ہے طوفانِ تبسّم برپا

کوئی کہتا ہے کہ مرحوم تھا بھولا بھالا
کوئی کہتا ہے کہ آفت کا تھا وہ پرکالا

کوئی مرحوم کی بیوی پہ نظر رکھتا ہے
دلِ دیوانہ و صد چاک جگر رکھتا ہے

کوئی مرحوم کی مونچھوں کی مدح کرتا ہے
آملٹ کھا کے کوئی آہ اُدھر بھرتا ہے

تعزیت کے لیے کچھ لوگ جو بیٹھے ہیں وہاں
اِن کو مرحوم کے مرنے کا نہ تھا وہم و گماں

بے کلی اِن کی کوئی دیکھے تو ہوگا معلوم
یہ وہی لوگ ہیں مقروض ہے جن کا مرحوم

عورتیں آئی ہیں پیراہنِ رنگیں پہنے
مورچھل ہاتھ میں، ماتھے پہ سجائے گہنے

ساتھ اطفال کا اک لشکرِ جرار لیے
بیٹھی مرحوم کی بیوی پہ ہیں یلغار کیے

موتی ننھے کے سویٹر میں پروتی ہے کوئی
اپنی نانی کی اُدھر یاد میں روتی ہے کوئی

فن کی پابند ہیں اِس وقت بھی یہ نیک خصال
یعنی روتی ہیں تو سُر تال کا رکھتی ہیں خیال

ہائے مرحوم غنیمت تھا بہت دم تیرا
دیکھ کس ٹھاٹ سے ہم کرتے ہیں ماتم تیرا

او دیس سے آنے والے بتا

(اختر شیرانی سے معذرت کے ساتھ)

"او دیس سے آنے والے بتا ۔ کس حال میں ہیں یارانِ وطن
آوارۂ غربت کو بھی سُنا ۔ کس رنگ میں ہے کنعانِ وطن
وہ باغِ وطن فردوسِ وطن ۔ وہ سروِ وطن ریحانِ وطن"
او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں کا ہر شاعر ۔ تنقید کا مارا ہے کہ نہیں
اِفلاس کی آنکھوں کا تارا ۔ وہ راج دُلارا ہے کہ نہیں
اور اہلِ دول کی نظروں میں ۔ وہ اک گھسیارا ہے کہ نہیں
او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں ہر گنجا سر ۔ اسکالر سمجھا جاتا ہے
کیا اب بھی وہاں کا ہر ایم۔ اے ۔ غالب پر کچھ فرماتا ہے
اور جہل کی ظلمت میں کھو کر ۔ اقبال سے بھی ٹکراتا ہے
او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں کے سب شوہر ۔ راتوں کو چھپ کر روتے ہیں
کیا اب بھی وہ قسمت کے مارے ۔ دفتر میں اکثر سوتے ہیں
طعنوں کا نشانہ بنتے ہیں ۔ جب گھر میں کبھی وہ ہوتے ہیں
او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی اندھیری راتوں میں ۔ کلچر کی حجامت ہوتی ہے
سڑکوں پہ تعارف سے پہلے ۔ آپس میں محبت ہوتی ہے
بے شرم مٹاپا ہوتا ہے ۔ شرمیلی نزاکت ہوتی ہے
او دیس سے آنے والے بتا

”کیا شام کو اب بھی جاتے ہیں ۔ ”احباب کنارِ دریا پر“
بیوی کے کپڑے دھوتے ہیں ۔ ”شاداب کنارِ دریا پر“
”اور پیار سے آکر جھانکتا ہے ۔ مہتاب کنارِ دریا پر“
او دیس سے آنے والے بتا

سنتا ہوں وہاں کے لوگوں نے ۔ باغوں میں ٹہلنا چھوڑ دیا
بے فکری کے عالم میں یونہی ۔ سڑکوں پہ مچلنا چھوڑ دیا
کیا بیمہ ایجنٹوں کے ڈر سے ۔ گھر سے بھی نکلنا چھوڑ دیا
او دیس سے آنے والے بتا

کیا قوم کے غم میں اب بھی وہاں ۔ وہ جلسے اکثر ہوتے ہیں
کیا اب بھی وہ فرصت کے شاہی ۔ موجود ڈِنر پر ہوتے ہیں
جو کاروں میں گھوما کرتے تھے ۔ کیا اب بھی وہ لیڈر ہوتے ہیں
او دیس سے آنے والے بتا

کیا اب بھی وہاں پہلے کی طرح ۔ سچ لاٹھی ٹیک کے چلتا ہے
اور جُھوٹ کہاں سے کیا جانیں ۔ بجلی کی سی سُرعت لایا ہے
وہ شرم سے پانی پانی ہے ۔ سر فخر سے اِس کا اونچا ہے
او دیس سے آنے والے بتا

آخر میں یہ حسرت ہے کہ بتا ۔ ریحانہ کے کتنے بچے ہیں
ریحانہ کے وہ کس حال میں ہیں ۔ کیا اب بھی وہ پنشن پاتے ہیں
کچھ بال تو تھے جب میں تھا وہاں ۔ کیا اب وہ مُکمل گنجے ہیں
او دیس سے آنے والے بتا

موت

(جذبی سے معذرت کے ساتھ)

واعظ : اپنے چہرے پہ نباتات اُگا لوں تو چلوں
عطر کچھ مَل لوں ذرا خود کو سجا لوں تو چلوں
مُرغ، بریانی، دہی، قورمہ کھا لوں تو چلوں
اور پھُولا ہوا یہ پیٹ چھُپا لوں تو چلوں

وزیر : اِک شبستانِ تمنا ہے جہاں کچھ بھی نہیں
بَر نہ آئی ہوئی اُمیدوں سے ہوں غم آگیں
اُف یہ پھیلی ہوئی شاداب و خوش آیند زمیں
اس پہ دو چار محل اور بنا لوں تو چلوں

ہر: وہ کہاں مر گئی آئی تھی ابھی اور چلدی
گھر میں سب ختم ہے بازار سے لاؤں ہلدی
کسی خیراتی شفاخانے میں جاکر جلدی
اپنے ننھے کو میں انڈور کرالوں تو چلوں

رک:- رات بھر جاگ کے رف ڈرافٹ بنالوں جاکر
اپنے روٹھے ہوئے صاحب کو منالوں جاکر
اور رخصت وہیں منظور کرالوں جاکر
پھر ڈبل روٹی کے دو ٹوسٹ بھی کھالوں تو چلوں

مسٹر:- ڈرائی کلینر سے وہ پتلون جو آئی لانا
جو ڈبل ریٹ پہ آئی ہے دھلائی لانا
پن لگا کے وہ جو ٹائی ہے دہرائی، لانا
میں ذرا اپنی اٹیچی کو سنبھالوں تو چلوں

کرائے کا مکان

(نوٹ! کسی کرائے کے مکان کا ذکر چوہوں کے ذکرِ خیر کے بغیر
نامکمل ہوگا۔ سقراط)

عجب شے ہے کرائے کا مکاں بھی
مکاں بھی ہے یہ ظالم لامکاں بھی

بڑی عجلت میں بنوایا گیا ہے
لئی سے چھت کو چپکایا گیا ہے

ہے واقع ایک نالی کے کنارے
میسّر ہیں مجھے کیا کیا نظارے

نظیر ان کی جہانِ خواب میں ہے
بہار اِن کی شبِ مہتاب میں ہے

نہ کیوں ہو جسم میرا رنج سے چُور
فقط دو میل ہے یہ شہر سے دُور

یہاں آب و ہوا کا مسخ چہرہ
ملا ہرگز نہ موقعہ دیکھنے کا

ہم آپس میں بہت گھل مل گئے ہیں
مجھے جیبوں میں چمگادڑ ملے ہیں

ہیں بام و دَر پہ یہ غارت گرِ ہوش
تمہارِ بستر و نو روزِ آغوش"

ہماری اب یہ حالت ہو گئی ہے
اندھیروں سے محبت ہو گئی ہے

یہاں دن کو بھی اُلو بولتے ہیں
مرے کانوں میں امرس گھولتے ہیں

جو دُنیا میں ہیں یہ کیڑے مکوڑے
یہیں پل کر جواں ہوتے ہیں سارے

غُبار آلود یُوں میری جبیں ہے
کہیں سیڑھی کہیں کچھ بھی نہیں ہے

اسی سیڑھی کا ہے وہ واقعہ بھی — لڑھک کر مر گئی جو ساس میری
یہاں چوہوں کے بِل اتنے بڑے ہیں — کئی ثابت قدم اِن میں گرے ہیں
مجھے بھی دُور کی اِک روز سُوجھی — کسی بِل کو میں کھودوں جی میں آئی
جو کھودا چشمِ حیراں نے یہ دیکھا — کہ اِک لیڈر نما موٹا سا چوہا
دبائے مُنہ میں اِک خاصہ بتاشا — مرے موزے پہن کر جا رہا تھا
وہیں اِک چُوہیا نکلی کہیں سے — ٹپکتا ناز تھا اس کی جبیں سے
بسا تھا عطر میں ہر ریشہ اس کا — پرے تھا عرش سے اندیشہ اِسکا
بہت بن ٹھن کے نکلی تھی بچاری — میاں چُوہے نے فوراً آنکھ ماری
"نگاہِ غیر" سے شرما گئی وہ — میاں چُوہے سے پھر ٹکرا گئی وہ
ملے یُوں طالبؔ و مطلوبؔ باہم — مجازی عشق کا لہرایا پرچم
غرض چُوہے قیامت ڈھا رہے ہیں — در و دیوار پر منڈھلا رہے ہیں

میں لایا تھا کہیں سے ایک بلّی
پکڑ کر لے گئے چُوہے اُسے بھی

ڈائننگ ہال

کیا تذکرہ بیرے کی صفائی کا کروں گا
پرچھائیں سے پانی کی یہ ڈرتا ہے بچارا

بیرے میاں بلّی بھرے پانی ترے آگے
بوٹی ہمیں دیتا ہے مگر گوشت اُڑا کے

وابستہ ہے ہاتھوں سے ترے میل کی تقدیر
چہرہ ترا مکھی کے حسیں خواب کی تعبیر

اس درجہ تری ذات سے مانوس ہے مکھی
دانستہ تری چھیڑ سے اُڑنے نہیں پاتی

جو ناخنِ تدبیر ترے جوش میں آئیں
تو گوشت کی پرچھائیں بھی ہڈی سے اُڑا دیں

اِس گردشِ ایام نے دھوکے دیئے کیا کیا
برتن میں ہے سالن یہ دکھائی نہیں دیتا

'سبزی' سی جو سبزی وہاں برتن میں دھری ہے
یہ گرمیٔ اندیشہ سے مطبخ میں پکی ہے

ہر گوشت کی بوٹی ہے خیالی کوئی نقطہ
مرکز ہے یہی شوق کی مایوس نگہ کا

شہکار چپاتی ہے وہ باریکیٔ فن کا
غالب کا تصور بھی جسے پا نہیں سکتا

بے کیف ہے ڈھاکے ترے ململ کا فسانہ
آ دیکھ علی گڈھ میں چپاتی کا زمانہ

کیا تذکرہ آلو کی رفاقت کا کروں گا
پچیس جولائی سے یہ ساتھی ہے ہمارا

ناچیز کی خاطر اسے کیا کیا ہے گوارا
ہر روز نئے بھیس میں آتا ہے بچارا

ہاں اے دلِ بیتاب نہ کھا دال نما شئے
یہ خوردنی اشیا سے نہیں دیدنی شے ہے

خود اپنی حقیقت سے یہ واقف ہے بچاری
برتن میں پڑی رہتی ہے شرمائی ہوئی سی

ہے دال کی بے رنگ سطح پر جو سیہ شئے
مکھی ہے کہ اک "دلدلِ اُلفت" میں پھنسی ہے

اس شان سے جب سامنے لایا گیا کھانا
مُرجھایا ہوا پیٹ کا چہرہ نظر آیا

کھانا تو ابھی کھا کے اُٹھا ہوں مگر اے دل
اک حسرتِ حاصل کے سوا کچھ نہیں حاصل

آدمی

جس کی لُغت میں آج نہیں ہے کلرک ہے — کل آؤ جس کا مسلکِ دیں ہے کلرک ہے
ہر دم جو یُونہی چیں بہ جبیں ہے کلرک ہے — رُوٹین کا جو مردِ امیں ہے کلرک ہے

پر حُسنِ اتفاق سے یہ بھی ہے آدمی

چہرے پہ اِن کے دبکی ہوئی ایک رات ہے — اِن کے لئے یہ حاصلِ کُل کائنات ہے
اِس سے زیادہ لُطف کی یہ واردات ہے — اے دل مگر یہ کان میں کہنے کی بات ہے

داڑھی بڑھا رہے ہیں سو ہیں وہ بھی آدمی

شہرِ نجوم اِن کی ہی تفریح گاہ ہے — مہتاب کی پری پہ بھی اِن کی نگاہ ہے
مُفلس ہیں اور چاند ستاروں کی چاہ ہے — کس درجہ خستہ حال ہیں حالت گواہ ہے

شاعر ہیں ان سے ملیئے کہ ہیں یہ بھی آدمی

اِن کو نہ لِفٹ شعر کی دیوی نے دی کبھی — ملنے گئے جو یہ تو وہ پردے میں جا چھُپی
اللہ رے اِن کی دست درازی کی برہمی — ساڑی ادب کی سات جگہ سے ہے پھاڑ دی

نقّاد اِن کو کہتے ہیں، یہ بھی ہیں آدمی

متفرقات

شدّتِ درد سے گو جان پہ بن آئی تھی
بے حیا تھا کہ تری بزم میں بیٹھا ہی رہا
سیر پیس نفسِ مرے چہرے سے ٹپکتی ہی رہی
چُٹکیاں زور سے لیتے رہے اغیار مگر

فی الموعظہ

جیسی بھی ہو اس کو آسمانی سمجھو
بیوی کو خُدا کی مہربانی سمجھو
ہر زہرہ جبیں کو اپنی نانی سمجھو
جذبات کی رَو میں بہ نہ جانا لڑکو

مُفلس شاعر کی التجا اپنی محبوبہ سے

اے جانِ بہار پیٹ بھر کے کھانا
حاضر ہیں فقط دہی بڑے ہی مانا
اے زہرہ جبیں مری غزل بھی گانا
یہ کھا کے مرے رنگیلے دل کی خاطر

ٹاٹ جس شے کو مرا دیدۂ حیراں سمجھا
دیکھنا حُسنِ تطابق کہ وہ تیری ماں تھی

جسے ڈھونڈتے ہیں یہ چار سُو وہ مرا ہی گھر نہ ہو اے خُدا
سبھی مہمانوں کو شہر میں کسی خاص گھر کی تلاش ہے

شدّتِ غم سے مری میّت پہ وہ ایک فلمی گیت گا کر رہ گئے

ضبط کا ٹسٹ تھا جو میرا گلا آج اُس نے دَبا کے دیکھ لیا
ضُو فگن تھی جبینِ یار مگر ہم نے گا گل لگا کے دیکھ لیا
رِند سے دُور بھاگنے کا مزا شیخ نے دُم دَبا کے دیکھ لیا

یہ انکسار دیکھ کہ احمق تو ہُوں مگر پھر بھی یہ کہہ رہا ہُوں کہ لیڈر نہیں ہوں میں

مفلس

اِمکان کی حد سے بیچ بچ کر گزُرا تاروں کی گلی سے بھی یہ اکثر گزُرا
فاقوں کے سنہرے پر لگا کر قاضیؔ یزداں کے قریب سے بھی ہو کر گزُرا

کچھ حضرتِ واعظ کا یہاں چل نہ سکا زور چلّا کے گلا پھاڑ کے جب ہم نے کیا بور
صد حیف کہ کچھ ہو نہ سکا شکوۂ ہجراں عاشق کا دبایا گلا معشوق نے فی الفور

یہ اور بات میں بھی چہ کس ہوں اِس طرف سے
کوشش ہے چارہ گر کی میرا گلا دَبا کے

اک بار میری جیب کتر لی تھی اور بس
"پھر راہ بر مجھے نہ ملا راہ بر کو میں"

آنکھوں میں اک جہانِ "تشکر" لیے ہوئے
بیڑی پلا رہا ہوں ترے نامہ بر کو میں

اللہ رے اہتمام شبِ وصلِ یار کا
سُرمہ کھلا کے آیا ہوں مُرغِ سحر کو میں

مہمان اب کے کوئی نہ آئے گا اے ندیم
"یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں"

تیری فرقت کا مجھے اب تک زمانہ یاد ہے
چمچہ بھر غم ناشتے سے قبل کھانا یاد ہے

تیرے پنشن یافتہ والد کی پرچھائیں سے بھی
سر پہ پاؤں رکھ کے میرا بھاگ جانا یاد ہے

بوریت کا اک مُرقع تھا مرا چہرہ نہ تھا
چاندنی راتوں میں تیرا گیت گانا یاد ہے

سر کے بَل مجھ کو کھڑا کروا کے اپنے سامنے
مِل کے غیروں سے ترا تالی بجانا یاد ہے

سحر پیرے شکایت با خدا کرد
کہ ایں پیری بما دیدی چہا کرد

بصارت بُرد از چشم بشوخی
بہ ایں بلغم بخارم مُبتلا کرد

غُلام حدِّ ضبطِ آں طبیبم
کہ وقفِ من ہزاراں نسخہ ہا کرد

صاحبِ اولاد ہو کر تجھ پہ ہم مرتے رہے
ڈالڈا کھا کر تری اُلفت کا دم بھرتے رہے

میں نے مانا کہ تغافل نہ کروں گا لیکن
خاک ہو جاؤ گی تُم مجھ کو خبر ہونے تک

"حُسن کا فرِ شباب کا عالم" سر سے پا تک کباب کا عالم

میں ہوسپٹل کی راہ سے ہو کر گزر گیا "ورنہ سفرِ حیات کا کتنا طویل تھا"

یا آپ کے والد کی مدارات کریں گے یا وقت کے حاکم کی مُناجات کریں گے
جنت میں اگر ڈالڈا مفقود ہے یارب "کس چیز پہ انساں بسر اوقات کریں گے"

فلسفہ مجھ کو نظر آیا محبت کا یہی جھُوٹ وہ بولیں تو قیمہ ہم کو کھانا چاہیئے
یہ فراقِ یار کے غم کا تقاضا ہے ندیم آملیٹ اور ٹوسٹ کھا کر مُنہ بنانا چاہیئے
رہ گیا محروم دورِ جام جو سنجیدہ تھا تیری محفل میں یقیناً غُل مچانا چاہیئے

رات یوں گھر میں مرے آ گیا مہماں یارو جیسے برسات میں سوتے ہوئے پر چھت ٹوٹے
جیسے گُلزار میں یک لخت چلے بادِ سموم جیسے انسان پہ بے وجہ مُصیبت ٹوٹے

"مُدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے" اک بوریا کو زیبِ شبستاں کئے ہوئے
دیکھو جدھر بھی کاغذی پھولوں ہے بہار مُدت ہوئی ہے گھر کو گُلستاں کئے ہوئے

اُن کو دل کا حال سُنانا — بھینس کے آگے بین بجانا
چارہ گرو مرنے سے پہلے — مجھ کو خالص دُودھ پلانا
سب کی نظر سے خود کو بچا کر — میری قبر پر اُس کا آنا
غش کھا کر گرنے سے پہلے — کاغذ کے دو پھُول چڑھانا
خالص گھی کے عشق میں یارو — صحرا صحرا خاک اُڑانا

شبستانِ محبت کے در و دیوار کالے ہیں — کہیں چوہوں کے بِل ہیں اور کہیں مکڑی کے جالے ہیں
نئی تہذیب کے اثرات سے یکسر ہے بیگانہ — مرا گھر دُور سے لگتا ہے آثارِ قدیمہ سا
زمانے کی کسی طاقت سے ہو سکتا نہیں سر خم — یہ گھر کی چھت پہ لہراتا ہوا افلاس کا پرچم
یہاں سُورج کی کرنیں بھُول کر ہی مُنہ دکھاتی ہیں — اگر آتی بھی ہیں تو کہہ کے "سوری" بھاگ جاتی ہیں
مرے بچّوں کو بہلانے کی خاطر دستِ قُدرت نے — بنائے ہیں در و دیوار پر جنّات کے چہرے
یہیں افلاس کی زنجیر سے جکڑے ہوئے باہم — بسر کرتے ہیں اپنی زندگی مَیں اور مری خانم

حصۂ دوم

جب جوشِ بہاراں تھا، اُن چاندنی راتوں میں ہر ذرّہ گلستاں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
جب اپنی اداؤں سے اِک زہرہ جبیں پیکر غارت گرِ ایماں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
جنّت تھی بہت دلکش شاداب نظاروں کی ہر لمحہ رگِ جاں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
جب سرو کی صف کا وہ محراب نُما سایہ تصویرِ شبستاں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
جب بھولا سا وہ چہرہ اُس جانِ بہاراں کا تقدیس کا عنواں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
جب وقت دمکتی سی شاخوں پہ صنوبر کی اِک دیدۂ حیراں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
بھیگی ہوئی آنکھوں کا موہوم اِشارا بھی اِک خُلد بداماں تھا، اُن چاندنی راتوں میں
اعجازِ محبت تھا، اللہ کی رحمت تھی قسمت پہ میں نازاں تھا، اُن چاندنی راتوں میں

مُدت سے نہیں دیکھا اُس حُسنِ گلابی کو
شاعر کا جو مہماں تھا، اُن چاندنی راتوں میں

ادھر بھی کبھی چارہ گر دیکھ لینا
ہرا کیوں ہے زخمِ جگر دیکھ لینا

اُجالے یہیں آ کے دم توڑتے ہیں
کبھی شام کو میرا گھر دیکھ لینا

گراں تجھ پہ گزرے نہ میری رفاقت
کڑے کوس ہیں ہم سفر دیکھ لینا

نہیں عارضی دل کی غم پروری کچھ
یُونہی اپنی ہوگی بسر دیکھ لینا

یہ ہنگامۂ قصرِ پرویز اے دل
رہے گا فقط رات بھر دیکھ لینا

بپا حشر کر دے گا راحت کدوں میں
مرے رنج و غم کا اثر دیکھ لینا

ستمگار کا جشنِ رامش گری ہے
فقط ایک رقصِ شرر دیکھ لینا

شبستانِ عشرت میں جو پردہ گر ہیں
وہی ہوں گے پھر پردہ دَر دیکھ لینا

فسانہ مرا غور سے سُن رہا تھا
ہے نم چشمِ انجمِ سحر دیکھ لینا

پابندیِ اوقات دعا کس کے لئے ہے — راتوں کی عبادت کا صلہ کس کے لئے ہے
ہیں کس کے لئے مدھ بھری آنکھوں کے اشارے — گلنار سے ہونٹوں کی فضا کس کے لئے ہے
ہم لوگ دعا دیں گے تری زلفِ سیہ کو — معلوم ہو یہ شہپرِ صبا کس کے لئے ہے
کیا نام ہے اُس شخصِ جواں بخت کا اے دوست — خلوت کی یہ دھیمی سی صدا کس کے لئے ہے
خوابوں کے طرب زار میں یہ کون ملا تھا — تنہائی میں تو نغمہ سرا کس کے لئے ہے
آرائش و تزئین کا خیال آیا ہے کب سے — ہاتھوں پہ یہ تحریرِ حنا کس کے لئے ہے
کون آئے گا خوابوں کے دھندلکوں سے ترے پاس — آنکھوں میں یہ پیغامِ وفا کس کے لئے ہے
اے پردہ نشیں شرم و حیا خوب ہے لیکن — آخر وہ تری شوخ ادا کس کے لئے ہے

اتنا تو بتا دے ترے معصوم سے دل میں
یہ محشرِ جذبات بپا کس کے لئے ہے

جانکاہی شب ہائے الم یاد رہے گی
ہر سانس کی وہ تیغِ دودم یاد رہے گی

رفتار کے انداز ابھی ثبت ہیں دل پر
گلکاریٔ ہر نقشِ قدم یاد رہے گی

وہ جوششِ محبت تو نہیں اور ہی شئے تھی
وارفتگیٔ قول و قسم یاد رہے گی

پہلو میں مرے دل نہیں اک موجِ طرب تھی
وہ حُسن کی تجدیدِ کرم یاد رہے گی

دل تیری وفاؤں کو بہت یاد کرے گا
جو تیری جفا ہے اسے کم یاد رہے گی

گو میرے شب و روز کا عنواں ہے سیاہی
تابانیٔ رخسارِ صنم یاد رہے گی

یُوں دل میں اہتمامِ اُمیدِ وِصال ہے
اِس حادثے کا جیسے کوئی احتمال ہے

ہرچند آرزو مری امرِ محال ہے
خوش ہوں کہ وجہ رونقِ بزمِ خیال ہے

دیکھا نگار خانۂ ماضی میں جھانک کر
کتنا عجیب سلسلۂ ماہ و سال ہے

لوٹ آئے تشنہ کام ہی دیکھا اگر کبھی
آئینۂ خلوص میں ساقی کے بال ہے

خوابوں کے سرویوں تو بہت دلفریب ہیں
وہ پیکرِ جمال مگر بے مثال ہے

قاضی شبِ حیات کہیں بے کراں نہ ہو
بزمِ وفا میں ذکرِ سحر خال خال ہے

فرقت زدہ گاں کا غم نہ کھا چاند
اب بہرِ خدا ہی مُسکرا چاند

تھی دیدنی غم زدوں کی حالت
روزن میں اٹک کے رہ گیا چاند

کچھ محرمِ رازِ دل ہوا ہے
یہ شاخِ شجر پہ سوچتا چاند

اب بھی کبھی آ کے جھانکتا ہے
ویرانۂ دل میں یاد کا چاند

پیتے رہیں خونِ دل یہ کب تک
کیوں اہلِ وفا ہیں نارسا چاند

اس افعیٔ شب سے ڈر رہا ہوں
کچھ اور مرے قریب آ چاند

حسرت سے نجوم تک رہے ہیں ، قاصیؔ ہے زبسکہ غم فزا چاند

یادوں کے دریچوں سے بیتے ایام کی خوشبو آتی ہے
تسکین کے جھونکے آتے ہیں آرام کی خوشبو آتی ہے

کچھ بول کہ مستقبل کی گرہ ہم بے خبروں پر کھل جائے
ساقی تری میٹھی باتوں سے الہام کی خوشبو آتی ہے

کس گلشنِ غیر ارضی میں مجھے رہوارِ عصب لے آیا ہے
ہر سمت سے مجھ کو ایک گلِ بے نام کی خوشبو آتی ہے

اِک بار ترے آنے سے کبھی گلبن کی طرح جو مہکا تھا
ہر گوشۂ شب سے آج اُسی ہنگام کی خوشبو آتی ہے

شاید کہ قریب آپہونچا ہے ہنگامِ وصالِ گلبدناں
ہر صبح سے بھینی بھینی سی اِک شام کی خوشبو آتی ہے

کیسی محفل جمی ہے پھولوں میں
کون یہ آ رہی ہے پھولوں میں

ایک مانوس سی ادا کے ساتھ
آبجو بہہ رہی ہے پھولوں میں

یوں ہی محسوس ہو رہا ہے مجھے
یا کوئی واقعی ہے پھولوں میں

ڈھونڈتا پھر رہا ہوں شام و سحر
شئے کوئی کھو گئی ہے پھولوں میں

تکتے تکتے کسی کی راہ گزر
چاندنی سو گئی ہے پھولوں میں

اُف یہ فصلِ بہار کی آمد
پھر وہی تازگی ہے پھولوں میں

کون جانِ دادۂ بہاراں تھا،
کس کی تُربت بنی ہے پھولوں میں

باندھا تھا کسی شوخ سے پیمانِ تمنّا
رنگیں ہے مرا عالمِ امکانِ تمنّا

اِک زُلفِ سیہ مست تھی ایمانِ تمنّا
اِک چہرۂ گُلنار تھا عُنوانِ تمنّا

صد شُکر کہ طُوفانِ حوادث کے مقابل
جلتی ہی رہی شمعِ شبستانِ تمنّا

وہ ارضِ مقدس ہے کہاں چاند ستارو
کھِلتے ہیں جہاں لالہ و ریحانِ تمنّا

آوارۂ دوراں مجھے رکھے گا ازل تک
یہ دل میں کھٹکتا ہوا پیکانِ تمنّا

زنداں سے کسی طرح نہیں کم یہ خدائی
ہر دل ہے یہاں سوختہ سامانِ تمنّا

وہ وفورِ لالہ و گُل نہیں، وہ نشاطِ قلب و نظر نہیں
جو ارم بکف تھی دمِ سحر وہ بہار شاخ و شجر نہیں
یہ زمانہ فرصتِ غم اگر مجھے دے تو میں بھی دکھا سکوں
کہ تجلیاں مرے شوق کی فقط ایک رقصِ شرر نہیں
تری یاد باعثِ راحتِ تپشِ خیال تو ہے مگر
میں ہجومِ شوق کو کیا کروں مرے بس میں دیدۂ تر نہیں
یہ رضائے یار کا پاس ہے کہ یہ سازشیں ہیں حواس کی
مرے دل میں سوزِ فغاں تو ہے مرے لب پہ آہِ سحر نہیں
مرا شوق آبلہ پا سہی، مری راہ راہِ فنا سہی
جو ترا خیال ہو راہ بر، تو اندھیری رات کا ڈر نہیں
تو کمالِ شوق سے ساز اُٹھا مری جان تاروں کے گیت گا
تری بزم گاہِ طرب میں اب کسی دل جلے کا گزر نہیں

زُلفوں کی اندھیری رات لیئے، عارض پہ شبِ مہتاب لیئے
جوگی کے دُوارے کون آیا آنکھوں میں جہانِ خواب لیئے

اے خُونِ جگر یہ جنسِ وفا کیا یُونہی اکارت جائے گی
اس بزمِ جہاں میں ہم کب سے پھرتے ہیں دُرِ نایاب لیئے

وہ وقتِ قیامت ساماں تھا جب اُن کے درِ دولت سے چلے
ہونٹوں پہ جہانِ سوز لیئے آنکھوں میں یمِ خُوناب لیئے

اے بزمِ طرب کے دیدہ وروشاید یہ تمہیں معلوم نہیں
دیوانے کی لغزش ہوتی ہے اندازۂ صد آداب لیئے

اسباب و علل کی دُنیا میں انجام تمہارا کیا ہوگا
بیٹھے ہو قاضیؔ کس دُھن میں یہ خوابوں کی محراب لیئے

یوں آئی فرطِ غم میں کسی گلبدن کی یاد
صحرا میں جیسے آئے بہارِ چمن کی یاد

باہم بسر ہوئی تھی کوئی ساعتِ حسیں
صف بستہ میرے دل میں ہے سرو و سمن کی یاد

کھلتی نہیں یہ دل میں گرہ سی لگی ہوئی
آئی تھی رات زلفِ شکن در شکن کی یاد

مہتاب وار میرے خیالوں کے شہر پر
آئی تھی رات تیرے رخِ ضو فگن کی یاد

بکھری ہوئی ہے کتنے نوادر کی شکل میں
قاضی نگار خانۂ دل میں وطن کی یاد

حسرت و یاس کا اِک نقشِ پریشاں سمجھا
حالِ اُفتادہ، دلِ شامِ غریباں سمجھا
قابلِ داد ہے اُس شخص کی رنگینیٔ فکر
دلِ خوں گشتہ کو جو زیست کا عُنواں سمجھا
بے رُخی نے تری غارت کیا معمورۂ شوق
آج دیکھا تو اِسے شہرِ خموشاں سمجھا
یاس نے چھین لی کیا عشق کی بالغ نظری
وُسعتِ کون و مکاں کو جو یہ زنداں سمجھا
کچھ نہ بن آیا جو سر دُھن کے تو ذہنِ شاعر
دفترِ حُسن کو تصنیفِ بہاراں سمجھا
خوشہ چیں شوق ہے اُس طبعِ رسا کے فن کا
جس[1] کے افکار کو میں جنتِ امکاں سمجھا
تھے وہ خلوت کدۂ ناز کے پردے قاصی
برگِ گُل جن کو مرا دیدۂ حیراں سمجھا

[1] اشارہ غالب کی طرف ہے۔

کبھی نظر آئے محوِ رقص و سُرود شفاف چاندنی میں
کبھی تبسّم کناں دکھائی دیے بہاروں کی تازگی میں

تبسّمِ ناز کے فسانے ضرور یہ گنگنا رہی ہیں
دبی زباں میں یہ گفتگو کیسی ہو رہی ہے کلی کلی میں

صبا کی جنبش گراں گزرتی ہے میرے نازک مزاج دل پر
جو تھرتھرائے دیے کی لو تو اضافہ ہوتا ہے بے کلی میں

شبِ غمِ دوست کے اندھیروں سے میں نے یادوں کے بُت تراشے
طویل گھڑیاں فراق کی کٹ گئیں اِسی دورِ بے خودی میں

تباہ ہو کر بھی حادثاتِ جہاں سے خوش ہوں یہی سمجھ کر
ضرور اِس کا علاج ہو گا تری نگاہوں کی دلبری میں

قریبِ صبحِ طرب کی آمد ہے خوش ہو حرماں نصیب قاضی
سحر کے آثار ہیں نمایاں گریزپا شب کی تیرگی میں

بحرِ آلام میں دل ڈوب گیا آج کی شب
ایک محشر سا، ہے سینے میں بپا آج کی شب

ہے مسلط مرے احساس کی ننھی لَو پر
تنگ ہوتی ہوئی ظلمت کی رِدا آج کی شب

یاس وہ چھائی کہ یُوں ہوتا ہے محسوس مجھے
سخت ناخُوش ہے خُدائی سے خدا آج کی شب

ہائے مایُوس نگاہوں کی یہ تخلیق کہ ہے
جس طرف دیکھیئے اِک دامِ بلا آج کی شب

ناز پروردۂ آغوشِ بہاراں جو تھے
اُنہی ارمانوں پہ کیا وقت پڑا آج کی شب

دِل کہ بستا ہوا اِک شہر تھا ارمانوں کا
بے طرح یُورشِ ہجراں سے لُٹا آج کی شب

اے غمِ ہجرِ دلآرام کے مارے قاضی
وحشت آموز ہے کیوں گھر کی فضا آج کی شب

جب تیرے تصوّر سے تسلیم کی شہ پائی
چُپ چاپ رہا شاعر ڈستی رہی تنہائی

صد رنگ گُلستاں ہیں رقصاں پسِ منظر میں
اللہ رے اُس گُل کی یہ انجمن آرائی

شاید تری یادوں سے کچھ اِس کا تعلق ہے
اِک آگ لگا بیٹھی یہ دُور کی شہنائی

یہ عجزِ ہنر کب ہے، اظہارِ حقیقت ہے
اِمکان سے آگے ہے ذرّات کی پہنائی

شاعر کی عبادت ہے مہتاب کے مندر میں
تیرے بُتِ سیمیں کے قدموں پہ جبیں سائی

قاضی مرے سینے کی یہ آگ سُلگتی سی
بھیگی ہوئی راتوں نے کچھ اور بھی بھڑکائی

متفرقات

جبریوں پر کیا ستم ڈھاتی ہے رات — دیکھتا ہے چاند اور خاموش ہے
اب یہ ملبوسِ طرب بیکار ہے — دل بڑی شدت سے حرماں پوش ہے
جاگتی راتوں سے میری پوچھ لو — یہ سرِ پُر شور بارِ دوش ہے
اہتمامِ کامرانی دیکھنا — آرزو میری کفن بر دوش ہے
اے متانت تجھ کو بھی کچھ علم ہے — لوگ کہتے ہیں جوانی جوش ہے

پہلی ہی ملاقات میں دل چھیننے والے — جاتا ہے کہاں ٹھہر فقیروں کی دُعا لے
ہم جُرمِ ضعیفی کے گنہگار جو ٹھہرے — اے دَورِ حوادث ہمیں جی بھر کے ستا لے
اک شمع ہی جس میں تری ہمراز ہے اے دوست — اُس خوابگہِ ناز میں مجھ کو بھی بلا لے

شراب و شعر کے سانچے میں ڈھل گئی تنویر — وہ نازنیں ہے ستاروں کے خواب کی تعبیر
نظر ہے آہ کی صورت، نفس ہے موجۂ خوں — مری جوانی ہے یارب کہ درد کی تفسیر
گزر رہے ہیں مرے دل میں سو طرح کے گماں — مرے حضور کی صورت ہے آج کیوں دلگیر

مائل بہ کرم آنکھ ہے اُس جانِ جہاں کی — اُمید بر آئی ہے کسی سوختہ جاں کی
تمثیل سے خالی ہے یہ نیرنگیٔ عالم — دیکھے کوئی تخلیق مرے حُسنِ گُماں کی

دُنیا سے بہت دُور مگر دل کے قریں ہے — یہ شہرِ تمنّا ہے کہ فردوسِ بریں ہے
کچھ اور ہی عالم ہے ترے شہرِ طرب کا — مانا کہ حسیں چاند ستاروں کی زمیں ہے

کھوئی کھوئی سی آنکھیں اور بہکی بہکی سی باتیں
تیرا شیوۂ غفلت دیکھو رنگ یہ کیا کیا لایا ہے
کون غریبِ شہر یہاں سے گزرا تھا اے ماہ وشو
اِن گلیوں کو اپنے لہو سے کس نے یوں چمکایا ہے

ہم بھی اگرچہ اہلِ تمنّا تھے اے ندیم — مارے ہوئے ہیں اک دلِ حسرت شعار کے
لمحات تھے کہ ایک ستاروں کا سلسلہ — اللہ رے روز و شبِ دیارِ نگار کے

کہیں پریاں، کہیں تارے، کہیں ٹکڑے بہاروں کے
کہیں بکھری ہوئی ہے چاندنی تیرے شبستاں میں

ترے رُوئے مُنوّر پر جما کر شوق کی نظریں
اِشارے ہو رہے ہیں چاندنی اور شمعِ تاباں میں

اندھیرا ہے، چراغِ کُشتہ ہے، اک ہُو کا عالم ہے
نہیں رہتا کوئی اِن کے سِوا گورِ غریباں میں

آنکھ لگتی نہیں پَل بھر کے لیے بھی لیکن
یاد کی شمع بُجھا دوں مجھے منظور نہیں

نہ چاند تاروں میں دیکھی نہ صبحِ صادق میں
وہ روشنی جو تری چشمِ سُرمگیں میں ہے

دَم بخود یونہی نہیں ہیں تارے
شہرِ خُوباں میں چراغاں ہوگا
باغ پائیں میں بہ ایمائے بہار
رات بھر رقصِ غزالاں ہوگا

طِلسمِ خوابِ عدم ہے یہ زندگی اپنی
شکست خوردۂ حیرت ہے آگہی اپنی
تباہیٔ دلِ محزوں پہ کیسی حیرانی
حُضور بھول گئے کیا وہ بے رُخی اپنی
سِدھاری کون سے بے نام دیس کو نا صحا
دلِ حزیں سے وہ رُوٹھی ہوئی خوشی اپنی

ہائے سرشاریاں محبت کی
کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں ہر دم

قطعات

کاش رُخصت سے قبل ہم دونوں
تپشِ شوق سے پگھل جاتے
مرمریں چاندنی میں حل ہوکر
اک رُو پہلی کرن میں ڈھل جاتے

وقت کی ہولناک محرا ہیں
اور دُوری کے یہ نشیب و فراز
ہر مصیبت تری جُدائی کی
یاس افزا ہے اور عزم گُداز

گو کہ رکھی ہیں میری آنکھوں پہ
بھاری بھاری رسلیں اندھیروں کی
گوشِ مُشتاق ہے کہ سُنتا ہے
قعرِ ظلمت میں چاپ کرنوں کی

دورِ پنہائی اُفق سے پرے
ایک موہوم سے دریچے پر
سرخوشِ کیفیات دیکھا ہے
نے بلب ایک نازنیں پیکر

میٹھی میٹھی سی کوئی بات کریں
رس بھرے گیت پیار کے گائیں
آؤ باہر کھلی فضا میں ہم
چاندنی کی شراب چھلکائیں

چاندنی رات میں تری صورت روح پرور ہے زندگی کی طرح
چاندنی ایک شیشہ ہے جس میں جلوہ فرما ہے تو پری کی طرح

بہنے دے خونِ ناب بہنے دے آج زخموں کی بات رہنے دے
چاندنی رات ہے تو اے ہمدم مجھ کو کچھ چاندنی سے کہنے دے

چاندنی رات میں تیرا نغمہ

آتشِ نفس مغنّی ہے محوِ نغمہ باری
ڈر ہے کہ جل نہ جائے یہ کائنات ساری

نغمے کی مے سے دیکھو سرشار ہیں فضائیں
کرتی ہیں کس ادا سے ساقی گری ہوائیں

نغمے کی شوخ پریاں اِس رات کی خوشی میں
دیکھو نہا رہی ہیں دریائے چاندنی میں

شیریں، حسیں، سہانے خوابوں میں کھو گئی ہے
نغمے کی لوریوں سے دُنیا بھی سو گئی ہے

آئینہ وار تجھ کو تکتے ہیں چاند تارے
چلتے میں رُک گئے ہیں آوارہ پا کے مارے

ندی کا تیز پانی خاموش ہو گیا ہے
نغمے کی ساحری سے بے ہوش ہو گیا ہے

ساری فضا بنی ہے نغموں کا اک سمندر
زُلفوں کی مست ناگن لہرا رہی ہے جس پر

لہرا رہے ہیں بازو یوں فرطِ دلکشی سے
بجلی بھی دیکھ پائے، تو پیچ و تاب کھائے

امواجِ بحرِ نغمہ سے اُٹھ رہی ہیں ایسی
ہچکولے کھا رہی ہے سامع کے دل کی کشتی

ہنگامِ رقص تُو نے جب چشمِ نیم وا سے
دیکھا ہماری جانب ہم بحرِ مے میں ڈوبے

کیا رُوح کی تسلّی یہ چشم و گوش کرتے
آخر نکل ہی آئی اس محبسِ بدن سے

آج کی رات

دیکھنا جلوۂ جاناں کا اثر آج کی رات
پھول ہی پھول ہیں تا حدِ نظر آج کی رات

رائگاں جا نہ سکا آنکھ سے اس کا بہنا
رنگ لایا ہے مرا خونِ جگر آج کی رات

دامنِ شوق کو تھامے ہوئے ہیں شرم و حیا
دل دھڑکتا ہے باندازِ دگر آج کی رات

حسن و تقدیس کی دلچسپ حکایت پڑھ کر
دھن رہا ہے دلِ حیرت زدہ سر آج کی رات

چاند اک مطلعِ انوارِ درخشاں ہی سہی
ایک تصویر ہے حیرت کی مگر آج کی رات

ڈوب جانا ہی کہیں بھول نہ جائیں تارے
یوں ہی تکتے رہے اس کو یہ اگر آج کی رات

جلوۂ حسن کے اخراج کا عالم دیکھو
میری نظروں میں ہیں رقصاں سے شرر آج کی رات

جذبۂ شرم نے چھڑکاؤ کیا شبنم کا
رخِ گلنار ہے اک شعلۂ تر آج کی رات

مئے الفت کا چھلکتا ہوا پیمانہ ہے
اس کی شرمیلی سی ترچھی سی نظر آج کی رات

یہ دعائے دلِ معصوم الٰہی ہو قبول
تا قیامت رہے محروم سحر آج کی رات

مطبوعہ اعجاز پریس
چھتہ بازار حیدر آباد ۔ ا ۔ پی

اس سلسلہ کی دوسری مطبوعہ کتابیں

۱۔ سراج سخن — انتخاب کلام شاہ سراج اورنگ آبادی
قیمت۔ ۰۰=1 — مرتبہ۔ پروفیسر عبد القادر سروری

۲۔ ایمان سخن — انتخاب کلام شبیر محمد خاں ایماں حیدرآبادی
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ۔ پروفیسر سید محمد۔

۳۔ فیض سخن — انتخاب کلام حافظ میر شمس الدین محمد فیض
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۴۔ بادۂ سخن — انتخاب کلام۔ ڈاکٹر احمد حسین مائل
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۵۔ رمز سخن۔ — انتخاب کلام سدا نند جوگی بہاری لال رمز
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۶۔ کیف سخن — انتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفی
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۷۔ متاع سخن — انتخاب کلام نواب عزیز یار جنگ عزیز
قیمت ۰۰=1 — مرتبہ۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۸۔ معانیٔ سخن — انتخاب کلام محمد قلی قطب شاہ معانی
قیمت ۵۰=1 — مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ملنے کا پتہ۔ سب رس کتاب گھر "ایوان اردو"
خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن ۴ (اے پی)

مجموعۂ کلام ۔ دیوان اور کلیات

۱۔ **انوار** ۔ حضرت علی اختر حیدر آبادی کی غزلوں اور نظموں کا پہلا مجموعہ کلام قیمت = ۵۵ = ۲

۲۔ **نموِ زندگی** ۔ جناب سید علی منظور حیدر آبادی کے کلام کا مجموعہ قیمت ۵۵ = ۲

۳۔ **ترجمانِ زندگی** ۔ علی منظور مرحوم کے کلام کا دوسرا مجموعہ ۔ قیمت = ۵۰ = ۲

۴۔ **ارمغانِ جذب** ۔ پنڈت راگھویندر راؤ جذب عالمپوری کی رباعیات ۵۵ = ۱

۵۔ **رباعیاتِ الہام** ۔ ڈاکٹر رگھونندن راج سکسینہ الہامؔ کی رباعیوں کا مجموعہ حضرت امجد اور ڈاکٹر زور کے تعارفی و تنقیدی تحریروں کے ساتھ قیمت = ۵۰ = ۱

۶۔ **آبگینۂ شعر** ۔ محترمہ بشیر النساء بیگم بشیرؔ کے شائستہ اور حلاوت آمیز کلام کا خوبصورت و مجلد مجموعہ ۔ قیمت ۔ ۵۵ = ۶

۷۔ **دیوانِ داؤد** ۔ استاد سخن مرزا داؤد اورنگ آبادی کے مصدقہ قلمی دیوان کا انتخاب ڈاکٹر خالدہ یوسف کے دیباچہ کے ساتھ قیمت ۔ ۵۰ = ۱

۸۔ **دیوانِ عشق** مرزا اجمال اللہ عشق اورنگ آبادی، مرزا داؤد کے بیٹے اور قادر الکلام شاعر تھے ۔ محمد اکبر الدین صدیقی نے کلام مع مقدمہ شائع کیا ہے ۔ قیمت ۔ ۵۰ = ۱

۹۔ **کلیاتِ غواصی** ۔ ملک الشعرائے گولکنڈہ ملا غواصی کا کلام ۔ پروفیسر محمد بن عمر نے مرتب کیا ۔ اور ڈاکٹر زور کے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا ۔ قیمت ۔ ۵۵ = ۴

ملنے کا پتہ :۔ **سب رس کتاب گھر** ایوان اردو خیریت آباد حیدر آباد دکن ۔ ۴ (اے ، پی)

شعراء کی شخصیت اور شاعری

کے تعلق سے ادارہ کی اہم مطبوعات

۱۔ **سرگزشت حاتم** شاہ ظہور الدین حاتم کے حالات اور خصوصیاتِ کلام
قیمت ۲=۰۰ از۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۲۔ **سرگزشت غالب** غالب کی حیات، کارناموں اور اعزہ و احباب کا مجمل تذکرہ
قیمت ۱=۰۰ از۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۳۔ **محمد حسین آزاد** آزاد کی شاعری اور تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ
قیمت: ۲=۵۰ از جہاں بانو نقوی

۴۔ **مرقع سخن جلد دوم** عہد آصفی کے پچاس شعراء کا باتصویر تذکرہ
قیمت ۷=۰۰ مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۵۔ **شعرائے عثمانیہ** ۔ جامعہ عثمانیہ کے ۲۶ شعراء کے کلام کا پاکیزہ انتخاب
قیمت ۴=۰۰ مرتبہ ۔ معین قریشی و عبدالقیوم باقی

۶۔ **ارمغان امجد** ۔ حضرت امجد حیدرآبادی کے جشن الماسی کے مقالات کا
قیمت: ۱=۷۵ باتصویر مجموعہ ۔ مرتبہ: خواجہ حمید الدین شاہد

۷۔ **یاد امجد** حضرت امجد کی حیات، شاعری اور شخصیت پر دقیع کتاب
قیمت ۲=۰۰ مرتبہ ادارۂ تحریر سب رس

۸۔ **یادگار صفی** استاد سخن صفی اورنگ آبادی کے حالات اور کلام
قیمت ۱=۰۰ مرتبہ: خواجہ حمید الدین شاہد

۹۔ **نذر معانی** محمد قلی قطب شاہ معانی کی حیات اور شاعری پر محیط رسالہ
قیمت: ۱=۰۰ مرتبہ وقار خلیل مدیر سب رس

ملنے کا پتہ:۔ **سب رس کتاب گھر** ایوان اردو خیریت آباد حیدرآباد دکن

سلسلہ اشاعت مطبوعات کشمیر کی کتابیں

ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد نے اپنے اشاعتی پروگرام کے تحت ابتک مختلف موضوعات پر علمی، ادبی، تنقیدی، تاریخی، بچوں کی، خواتین کی اور تعلیمی کتابیں شایع کی ہیں جن کی فہرست مفت منگوائی جاسکتی ہے۔

سنہ ۱۹۶۱ء میں ادارہ کی طرف سے کشمیر جنت نظیر کے اردو دوستوں کیلئے ایک شعبۂ اشاعت قایم کیا گیا ہے جسکی طرف سے کئی ایک کتابیں چھپ رہی ہیں اور چند ایک شایع ہوچکی ہیں۔ جن کی تفصیل مندرج ہے:

۱- نیل کنول سکائے۔ کشمیر کے جواں سال افسانہ نگار جناب محمود حسین بدخشی کی نو دلچسپ اور صحتمند کہانیوں کا حسین مجموعہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جس کا دیباچہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ صدر شعبہ اُردو جامعہ کشمیر نے تحریر فرمایا ہے۔ بدخشی صاحب کے افسانوں میں رومانی عنصر ملتا ہے اور کشمیر کی سماجی زندگی جھلکتی ہے۔ ان میں اچھے افسانہ نگار بننے کی بھرپور صلاحتیں موجود ہیں قیمت ۲-۵۰

۲- مہینوں کی کہانیاں۔ جامعہ کشمیر کے ہونہار طالب علم حبیب ابراہیم (ایم۔ ایس۔ سی) نے یونان وروم کی دیومالائی قسم کی کہانیوں کی مدد سے انگریزی مہینوں کی وجہ تسمیہ خوبصورت اور دلنشین انداز میں بچوں کے لئے تحریر کی ہے۔ قیمت صرف :- ۷۵ نئے پیسے

۳- حرف شیریں۔ جناب قاضی غلام محمد استاد ریاضی جامعہ کشمیر کی مزاحیہ اور سنجیدہ نظموں اور غزلوں کا سدابہار مجموعہ قیمت : ۱=۵۰

۴- برف میں آگ۔ سرزمین کشمیر کے مقبول افسانہ نگار پروفیسر حامدی کاشمیری کے خوب صورت افسانوں کا مجموعہ (زیر طبع)

ملنے کا پتہ!! سب رس کتاب گھر، ایوان اُردو، خیریت آباد، حیدرآباد ۴

ادارہ ادبیات اردو کی تازہ مطبوعات

۱- **اردو املا** - اردو املا کی اصلاح اور ترقی کا مسئلہ علم و ادب کے بہی خواہوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے اور اس موضوع پر اخبارات و رسائل میں آئے دن بحثیں ہو رہی ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب اس موضوع پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں اردو اعراب، املا کے قاعدے اور آوازوں کی علامتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر زور نے جامع پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ قیمت صرف - پچاس نئے پیسے۔

۲- **مقامِ غالب** - جناب مبارز الدین رفعت، لکچرار گلبرگہ کالج نے "مقامِ غالب" میں مرزا غالب کی شخصیت کو ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ پانچ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں غالب کے سوانح حیات فارسی نظم و نثر، اردو شاعری کا انتخاب، اردو نثر غالب پر لکھی ہوئی کتابیں غرض فاضل مؤلف نے اس مختصر سی کتاب میں غالب پر مستند مواد یکجا کر دیا ہے۔ قیمت: ۲ = ۵۵

۳- **سمندری عجائبات** - احمد حسین نقوی نے بچوں کے لیے اس معلوماتی اور دلچسپ کتاب میں سمندری عجائبات پر روشنی ڈالی ہے اور سمندری جانوروں کے بارے میں با تصویر معلومات یکجا کی ہیں طلباء کے لیے یہ کتاب بیحد اہم اور ضروری ہے۔ قیمت = ۱-۲۵

۴- **تماشائے اہل ہنر** :- اردو ادب میں ڈراموں کی کمی کو جناب رشید الحسن صاحب کی یہ کتاب ایک حد تک دور کرتی ہے اس کتاب میں غالب، اقبال اور مومن کی شخصیت پر تین ڈرامے ایڈٹ کیے گئے ہیں جو کئی بار اسٹیج بھی ہو چکے ہیں قیمت ۱-۷۵

۵- تاریخ ناندیڑ دکن:۔ شعبۂ تاریخ و تمدن دکن ادارہ کی طرف سے ضلع ناندیڑ دکن کی مبسوط تاریخ جسے مرزا احمد علی بیگ چغتائی نے متعدد مستند حوالہ جات کی مدد سے مرتب کیا ہے قیمت ۲=۵۵

۶- تذکرۂ نوادر ایوانِ اردو۔ جنوبی ہند کے سب سے بڑے ادبی مرکز ادارۂ ادبیات اردو کے "ایوان اردو" میں گزشتہ دو صدیوں کا نادر ادبی اور تہذیبی ریکارڈ محفوظ ہے اس تذکرہ میں اُن نادر چیزوں کا احوال ملک کے ممتاز محقق ڈاکٹر زورؔ نے درج کیا ہے۔ بالتصویر اور خوبصورت کتابت و طباعت قیمت جلد اول ۷=۵۵

۷- کلمۃ الحقائق حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اردو کے پہلے نثر نگار گذرے ہیں۔ ان کے خلیفہ شاہ میراں جی شمس العشاق کے فرزند دلبند حضرت شاہ برہان الدین جانمؔ بیجاپوری کی تصنیف "کلمۃ الحقائق" کو پروفیسر اکبر الدین صدیقی نے مختلف مخطوطوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ کلمۃ الحقائق، عرفانیات اور روحانیات کا مرقع ہے جس میں خدا کے وجود اور اس کی برتری و بزرگی کو واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۲=۵۵

۸- تحفۃ الشعراء: مرزا افضل بیگ خاں قاقشال کا یہ تذکرہ جناب سے دو سو سال قبل آصف جاہ اوّل کے زمانہ میں تالیف کیا گیا تھا۔ اور جس میں اردو اور فارسی کے ۶۲ شعراء کا حال مع نمونہ کلام درج ہے۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل صاحب ریڈر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ نے مختلف مخطوطات سے مقابلہ کر کے مرتب کیا ہے اور تذکرہ نگاری کا فن اور اس تذکرہ کی اہمیت پر فاضلانہ مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے قیمت ۳=۵۵

۹۔ دیوان ہاشمی بیجاپوری : عادل شاہی عہد کے قادرالکلام شاعر، ہاشمی بیجاپوری کی ریختہ شاعری کا یہ دیوان اردو ادب میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنے بسیط اور عالمانہ مقدمہ اور فرہنگ کے ساتھ اسے مرتب کیا ہے۔ ہاشمی کے دیوان میں تکیہ کلام، محاورات، ضرب المثال، مخاطبت اور رہن سہن کے شگفتہ نمونے ملتے ہیں۔ جس سے دکن کی عورتوں کی قدیم تہذیب آشکارا ہوجاتی ہے۔ قیمت : ۶=۵۵

۱۰۔ حدیقۃ السلاطین ۔ عہد قطب شاہی کی مستند فارسی تاریخ، جسے اسی زمانہ کے مورخ ملا نظام الدین احمد نے لکھا تھا مولوی علی اصغر بلگرامی اور نواب عنایت جنگ کی نظر ثانی و نگرانی میں خوبصورت ٹائپ میں باتصویر شائع ہوئی ہے قیمت: ۵۵

۱۱۔ قطب شاہی سلاطین اور آندھرا سنسکرتی ۔

(انگریزی، تلگو)

یوم محمد قلی قطب شاہ ۱۹۶۲ء کے موقع پر تلگو اور انگریزی داں حضرات کیلئے اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر اور قطب شاہی فرمانروا، شہر حیدرآباد کے بانی محمد قلی کی شخصیت اور آندھرا تہذیب پر اس کے اثرات کے سلسلہ کی اس تالیف کو ڈاکٹر رام راجو نے مرتب کیا ہے۔ جس میں محمد قلی کی مختلف تصویریں بھی شامل ہیں۔

قیمت : ۲=۵۵

۱۲- قطب شاہی سلاطین اور آندھرا اسنکرتی (انگریزی)

قطب شاہی ادب اور تاریخ پر ڈاکٹر زورؔ اتھارٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ موصوف نے اس مختصر سی کتاب میں قطب شاہوں کے کلچر پر معلوماتی اور گراں قدر معلومات کو یکجا کیا ہے۔ کئی تصویریں بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

قیمت صرف = 1=25

۱۳- ٹھنڈی بجلیاں :- کرکٹ کے مشہور کھلاڑی جناب بھارت چند کھنہ کا شمار اردو کے جانے پہچانے مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ "ٹھنڈی بجلیاں" مزاحیہ اور طنزیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ شگفتہ انداز بیان اور دلچسپ موضوعات نے اس کتاب کو زعفران زار بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر زورؔ نے اس کتاب پر مختصر پیش لفظ لکھا ہے۔ قیمت : ۲=۵۵

۱۴- یادِ امجدؔ : شہنشاہ رباعیات حکیم الشعراء حضرت امجدؔ حیدرآبادی کی پہلی برسی کے موقع پر ان کی حیات، شخصیت اور شاعری اور دیگر خصوصیات سے متعلق مضامین نظم و نثر کا بیش بہا باتصویر مجموعہ

قیمت : ۵۵

ملنے

سب رس کتاب گھر - ادارہ ادبیات اردو

ایوانِ اردو، خیریت آباد، حیدرآباد دکن ۴ (اے۔ پی)